معجزات کے لیے صحیح قرآنی اصطلاح

قرآن مجید نے انبیاء کرامؑ کے معجزات کو عموماً آیت یعنی نشانی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى۔ (قصص: ۳۶)	جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری آیات لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ (اعراف: ۱۳۳)	تو ہم نے فرعون کی قوم پر طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، اور خون کی کھلی ہوئی آیتیں بھیجیں۔

فرعون حضرت موسیٰؑ سے کہتا ہے:

قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝ (اعراف: ۱۰۶،۱۰۷)	اگر تم کوئی آیت لے کر آئے ہو تو اب لاؤ اگر تم سچے ہو، موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعتہ سانپ بن گئی۔

کفار معجزہ طلب کرتے ہیں تو اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ (انعام: ۱۰۹)	آیتیں تو خدا ہی کے پاس ہیں
إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ (عنکبوت: ۵۰)	آیتیں تو خدا ہی کے پاس ہیں

کفار کہتے ہیں۔

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ (انبیاء: ۵)	چاہیے کہ وہ ہمارے پاس کوئی آیت لائیں جیسے پہلے پیغمبر بھیجے گئے

حضرت صالحؑ اپنے معجزہ کی نسبت کہتے ہیں

وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً (ہود: ۶۴)	اور اے لوگو! یہ خدا کی اونٹنی آیت ہے۔

لفظ آیت اور معجزہ کی حقیقت

آیت کے معنی "نشانی" اور "علامت" کے ہیں، دنیا میں جس قدر چیزیں ہیں تم ان کو کس

طرح جانتے اور پہچانتے ہو، صرف آیات و علامات سے، کلیات سے لے کر جزئیات تک جو کچھ ہم کو خارج سے علم حاصل ہوا ہے وہ محض نشانیوں کو دیکھ کر ہم جانتے ہیں کہ یہ گھوڑا ہے، یہ انسان ہے، یہ درخت ہے، یہ سیب ہے، یہ انگور ہے،

یہی آیات و علامات کی جان پہچان اور شناخت ہے جو حیوان و انسان اور عقل مند و بے وقوف میں فرق پیدا کرتی ہے، جس میں ان آیات و علامات کی شناخت، تمیز اور یاد کی قوت جس قدر زیادہ ہوگی، اسی قدر اس کی عقل و دانائی کا کمال زیادہ ہوگا ہم اپنے جس دعوٰی پر جو دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں وہ ان ہی آیات و علامات کی مدد سے کرتے ہیں۔

ہمارا تمام تر فن استدلال دراصل ان ہی آیات و علامات پر موقوف ہے۔ اگر اشیاء کی علامات و آیات محو کر دی جائیں تو ہم نہ کسی چیز کو پہچان سکیں گے اور نہ کسی دعوی پر کوئی دلیل قائم کر سکیں گے۔

ہم کسی غیر آباد میدان میں پہنچ جاتے ہیں وہاں ہم کو ایک شاندار عمارت نظر آتی ہے، اگرچہ ہم نے اس عمارت کے بنانے والوں کو نہیں دیکھا ہے مگر اس عمارت کو دیکھ کر ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کسی معمار کی صفت ہے، ایک جنگل میں ایک جھونپڑے کے اندر ایک تنہا زخمی پڑا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے زخم صاف ہیں، مرہم پٹی ٹھیک ہے، اس کے آرام و آسائش کے تمام سامان قرینہ سے رکھے ہوئے ہیں، ہم نے گو اس کے تیمار دار کو نہیں دیکھا مگر آس پاس کے علامات و آثار بتاتے ہیں کہ اس بیمار کا کوئی تیمار دار ہے اور وہ نہایت رحم و مہربانی سے اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے، ایک شخص آکر کہتا ہے "میں طبیب ہوں" اس کے پاس جو مریض آتے ہیں وہ اس کے نسخہ سے شفا بھی پاتے ہیں، اب گو ہم نے اس کو طب کی تحصیل کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر اس کے آثار و علامات کو دیکھ کر اس کے دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں، یہی ہمارا فن استدلال ہے اور اسی پر ہمارے تمام حصولی علوم کی بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں آیت کا لفظ اس معنی میں بکثرت آیا ہے چند آیتیں ملاحظہ ہوں:۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ	آسمانوں میں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں، اور تمہاری پیدائش میں اور زمین میں جو چوپائے چلتے ہیں، ان میں ان کے لیے جو یقین کرتے ہیں نشانیاں ہیں

وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ
بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○
(جاثیہ: ۳-۶)

اور رات دن کے الٹ پھیر اور آسمان سے
جو خدا روزی برساتا ہے اور جس سے زمین کو
مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور ہواؤں کے
پھرنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں،
یہ آیتیں ہیں جن کو ہم سچائی کے ساتھ پڑھ کر تم کو
سناتے ہیں، تو پھر خدا اور اس کی نشانیوں
کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ
الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ
تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۶۴)

بیشک آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش اور رات
دن کے الٹ پھیر اور ان کشتیوں میں جو دریا
کے اندر انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے
سامان لے کر چلتی ہیں اور خدا آسمان سے جو
پانی برساتا ہے جس سے وہ زمین کو مرنے کے
بعد زندہ کرتا ہے اور زمین میں جو چوپائے اس
نے پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کو مختلف سمتوں
میں چلانے اور ان بادلوں میں جو آسمان اور
زمین کے بیچ میں مسخر ہیں، عقل والوں کے لیے
نشانیاں ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○
(یونس: ۶۷)

اس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ تم اس
میں آرام لو اور دن کو اس نے روشن بنایا
اس میں ان کے لیے جو سنتے ہیں نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ ؕ (فصلت: ۳۷)

اور اس کی نشانیوں میں سے رات، دن
سورج اور چاند ہیں۔

یہ آیات اللہ یعنی خدا کی نشانیاں خدا کے وجود اور اس کے صفات کمالیہ کے علامات ہیں جس طرح ویرانہ کی عمارت معمار کے وجود کی اور ایک زخمی کی مرہم پٹی اور اس کے آرام و

آسائش کا اہتمام تیماردار کے رحم وکرم کے صفات کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اس عالم کی یہ عظیم الشان عمارت جس کی چھت آسمان اور صحن زمین ہے ایک خالق وصانع کے وجود کو بتاتی ہے اور زمین کے اندر و باہر ابر، بارش، دن رات، چاند، سورج، درخت، میوے، پھل، غلہ کے اقسام وغیرہ زمین کے جانداروں کی زندگی کے سامان آرام وآسائش اس خالق وصانع کے رحم وکرم، عطا وبخشش اور دیگر اوصاف کمال کو نمایاں کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ خالق کو اپنے تمام مخلوقات کے ساتھ ایک خاص تعلق اور اعتنا ہے، کفران ہی کے دلوں میں پرورش پاتا ہے جو ان آیات الٰہی میں غور وفکر نہیں کرتے اور ان کی جلوہ گری سے حقیقی جلوہ آراستی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

آیات و دلائل کی دو قسمیں

اس سے معلوم ہوا کہ آیات اور نشانات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک ظاہر اور مادی اور دوسری باطنی اور روحانی، ظاہری اور مادی آیات ودلائل تو وہ خوارق ہیں جن کو لوگ عام طور پر معجزات کہتے ہیں مثلاً مردہ کا زندہ کرنا، عصا کا سانپ بن جانا، انگلیوں سے پانی کا سرچشمہ بہنا، بیمار کو اچھا کرنا وغیرہ باطنی اور روحانی آیات ودلائل، مدعی نبوت کی صداقت، معصومیت، تزکیہ، تاثیر، تعلیم، ہدایت ارشاد، فلاح اور تائید ہے۔

اہل نظر اور حقیقت شناسوں کے لیے یہی باطنی آثار وآیات نبوت کی حقیقی نشانیاں ہیں، باقی ظاہری نشانیاں صرف سطحی اور ظاہر بین نگاہوں کے لیے ہیں جو ہر چیز کو ان ظاہری ہی آنکھوں سے دیکھ کر پہچانتی ہیں۔

نبوت کی باطنی نشانیوں کی اہمیت

سید صاحب کے نزدیک ظاہری نشانیوں پر باطنی نشانیوں اور علامات کو ترجیح حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ حقیقت شناس صرف باطنی نشانیوں کے طلبگار ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید بھی انہی کو نبوت کی اصلی علامات قرار دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے واقعات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ عہد نبوی میں جو لوگ اہل نظر تھے وہ ان ہی علامات کی تلاش کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے معجزات کے سلسلے میں تین جماعتوں کے طرز عمل کی اس طرح نشاندہی فرمائی ہے[۵۵]

معجزات کے بارے میں تین قسم کے رویے

سید صاحب معجزات کے متعلق تین مختلف قسم کا رویہ اختیار کرنے والوں کے بارہ میں فرماتے ہیں:

گو پیغمبر کا اصلی معجزہ اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی خود اس کا سراپا وجود ہوتا ہے، دیکھنے والوں کے لیے اس کی چشم وابرو میں اور سننے والوں کے لیے اس کے لب ولہجہ میں اور سمجھنے والوں کے لیے اس کے پیام ودعوت میں اعجاز ہوتا ہے لیکن جو لوگ احساس حقیقت میں فروتر ہوتے ہیں ان کو اس سے تسکین نہیں ہوتی اور وہ مادی اور محسوس نشانیوں کے طلبگار ہوتے ہیں جو بالآخر ان کو دی جاتی ہیں لیکن انبیاءؑ کے متبعین میں سے سابقین اولین اور صدیقین وصالحین نے اپنے پیغمبروں سے معجزہ طلب نہیں کیا، حضرت ہارونؑ ویوشعؑ نے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ دیکھ کر ان کو پیغمبر تسلیم نہیں کیا تھا، حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان کا معجزہ دیکھ کر آسمانی دولت کا حصہ نہیں پایا تھا، حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں مگر چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھ کر نہیں بلکہ یہ جان کر کہ آپ غریبوں کے دست وبازو ہیں، قرض داروں کی تسکین اور سہارا ہیں، مسافروں کے ملجا وماویٰ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ وعمر اور عثمان وعلی اور دیگر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ کی صداقت وراستی کی حقیقت کو ظاہری آیات ومعجزات کی روشنی میں تلاش نہیں کیا، ان کے لیے آپ کا سراپا وجود، نفس دعوت حق اور پیام اخلاص ہی معجزہ تھا، انھوں نے اسی کو دیکھا اور اسی سے ایمان کی دولت پائی مگر نمرود وفرعون اور ابوجہل وابولہب جو آتش خلیل طوفان نیل، قحط مکہ اور انشقاق قمر کے معجزوں کے طالب تھے پھر بھی ایمان کی دولت عظمیٰ سے محروم رہے لیکن بایں ہمہ ایک درمیانی طبقہ بھی دنیا میں موجود رہا ہے جس کے بصیرت کے آئینہ پر غفلت کے زنگ کی کچھ کچھ چھائیاں پڑی ہوتی ہیں، جب حقیقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس کی معجزانہ کرنیں ان آئینوں پر پڑتی ہیں تو وہ چمک اٹھتے ہیں اور اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (طٰہٰ: ۷۰) پکار اٹھتے ہیں، فرعون کے ساحروں نے حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کو دیکھا تو موسیٰؑ وہارون کے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح روم کی پیشین گوئی پوری ہوئی تو قریش کے نیک طبع لوگوں کی چشم باطن کھل گئی اور حقیقت کا پیکر ان کے سامنے جلوہ نما ہو گیا۔[۱] یہی طبقہ ہے جس کو پیغمبر کی نشانیوں میں سے بقدر استعداد حصہ پہنچتا ہے، اس کے علاوہ معجزات کا بڑا

حصہ مویدات یعنی تائیدِ حق کے لیے غیر منتظر اور غیر متوقع حالات کا رونما ہونا ہے، مومنین صادقین کو مشکلات کے عالم اور اضطراب کی گھڑیوں میں ان کے ذریعہ سے تسکین دی جاتی ہے اور رسوخ ایمان اور ثبات قدم مرحمت ہوتا ہے، ان کی بے سروسامانیوں اور بے نوائیوں کی مکافات کی جاتی ہے اور اس سے ان کی دولت ایمانی کا سرمایہ ترقی کرتا ہے[۸]

آگے مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل سے بڑھ کر عرب میں علامات الٰہی کا رازداں کوئی اور نہ تھا، سیکڑوں یہودی مشککانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، امتحانات لیے، تجربات کیے، مگر ان کا امتحان و تجربہ کیا تھا؛ یہ تھا کہ وہ آپ کے اخلاق کی آزمائش کرتے تھے صحف انبیائے بنی اسرائیل کے سوالات دریافت کرتے تھے، آپ کی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے، ان میں سے کسی نے آکر آپ سے خارق عادت معجزہ کا مطالبہ نہیں کیا، کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ تماشے بظاہر اور لوگ بھی دکھا سکتے ہیں اور خوارق نبوت کے باطنی اور اندرونی معاملات نہیں ہیں، آنے والے نبی کی بشارتیں اور صفتیں تورات اور انجیل دونوں میں مذکور ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی صاحب خوارق ہونا اور ظاہری معجزات دکھانا اس کی صفت نہیں بتائی گئی تھی۔ بلکہ تورات میں اس کے اوصاف یہ بتائے گئے تھے کہ "وہ فاران سے طلوع ہوگا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا، اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی، وہ غریبوں اور مسکینوں کا مددگار ہوگا اور بدکاروں کو جنگی مرد کے مانند ہلاک کرے گا، وہ عبادت گزار اور خدا کے احکام کا مطیع ہوگا، مختون قوم (عرب) میں پیدا ہوگا"[۹] انجیل نے بتایا تھا کہ "وہ تسلی کی روح ہوگا، وہ مسیح کی نامکمل تعلیم کی تکمیل کرے گا، خدا کی زبان اس کے منہ میں ہوگی"[۱۰] سیکڑوں یہود و نصاریٰ آپ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے آپ کی نبوت کا امتحان لیا۔ مگر امتحان کے پرچہ میں مادی معجزات کا سوال شامل نہ تھا بلکہ عام علمی اور مذہبی باتوں کی نسبت استفسار تھا۔ قیصر روم کے دربار میں جب قاصد پہنچا تو ابوسفیان کو (جو اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے) بلوا کر قیصر نے آپ کے متعلق متعدد سوالات کیے، یہ تمام سوالات صرف پیغمبر کے حقیقی آثار و علامات سے متعلق ہیں، ان میں سے ایک سوال بھی ایسا نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہو کہ یہ مکہ کا مدعی نبوت وہ معجزہ بھی پیش کرسکتا ہے، حالانکہ اگر نبوت کی حقیقی علامت خوارق عادت ہوتے تو سب سے پہلے عیسائی قیصر کو یہی سوال پوچھنا چاہیے تھا۔

حضرت جعفرؓ نجاشی کے دربار میں فرماتے ہیں "ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزوروں کو کھاجاتے تھے، اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو تکلیف نہ دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمالِ بد سے باز آئے [۱۱]۔"

نجران کے عیسائی علماء جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو انھوں نے اسلام کی تعلیمات کا ہر طرح امتحان کیا، لیکن دعوی کے ثبوت میں ظاہری نشان نہیں مانگا۔

عرب کے حقیقت شناس افراد میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو باطنی علامات کے دیکھ لینے کے بعد ظاہری نشانیوں کا طلبگار ہوا ہو۔ مسلمانوں میں حضرت خدیجہؓ محض آپ کے مشاہدات روحانی سن کر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضرت ابوذرؓ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ ذرا اس شخص کے پاس جاکر دیکھو جو دعوی کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، وہ مکہ سے تحقیق حال کر کے واپس گئے تو حضرت ابوذرؓ سے کہا "میں نے اس کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ایک کلام پیش کرتا ہے جو شعر نہیں [۱۲]۔"

نبوت کے اصلی آثار

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے حقیقت حال کی تشریح ہوتی ہے۔ یہ تمام بیانات درحقیقت قرآن مجید کی ان آیتوں کی تشریح ہیں جن میں نبوت کی حقیقت اور اس کے اصلی آثار و علامات بتائے گئے ہیں۔

یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَ کُمْ	اے یہود و نصاری! تمہارے پاس ہمارا
رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا	رسول آچکا جو تمہاری کتاب کی بہت سی باتیں

كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا
عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ
اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ
السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
(مائدہ: ۱۵، ۱۶)

جن کو تم چھپائے ہو صاف صاف بیان کرتا ہے اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے، اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور قرآن آچکا، خدا اس کے ذریعہ سے ان کو جو اس کی خوشنودی کے پیرو ہیں، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور ان کو اپنے حکم سے وہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور ان کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
(جمعہ: ۲)

خود امیوں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو خدا کی آیتیں سناتا ہے، ان کو پاک و صاف کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی ان کو تعلیم دیتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ
النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ
وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ
لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ
وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ
(اعراف: ۱۵۷)

اس امی فرستادۂ الٰہی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ توراۃ و انجیل میں لکھا پاتے ہیں، وہ ان کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور (رسم و رواج کے) جو بوجھ اور بیڑیاں ان پر پڑی ہوئی تھیں، وہ ان سے دور کرتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا
اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝
(احزاب: ۴۵، ۴۶)

اے پیغمبر! ہم نے تم کو (اپنا) گواہ اور (نیکو کاروں کو) خوشخبری سنانے والا اور (بد کاروں کو) ڈرانے والا، خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

غرض نبوت کے اصلی آثار و علامات یہ ہیں کہ وہ آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے، زنگ آلود نفوس اور سیہ کار قلوب کو جلا دیتا ہے، لوگوں کو کتاب و حکمت اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اچھی باتوں کو پھیلاتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، وہ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے، وہ قوموں کے بوجھ کو اتارتا ہے اور ان کے پانوں کی بیڑیوں کو کاٹ ڈالتا ہے، وہ خدا کا گواہ بن کر اس دنیا میں آتا ہے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے، نیکو کاروں کو بشارت سناتا ہے، بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے اور اس ظلمت کدہ عالم میں وہ ہدایت کا چراغ بن کر چمکتا ہے۔

قریش آنحضرتؐ سے معجزہ کے طالب ہوتے ہیں اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے "ہم نے تو نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں کھول کر رکھ دیں (اے محمدؐ) ہم نے تجھ کو سچائی دے کر نیکو کاروں کو خوش خبری سنانے والا اور بدکاروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور (جن کو اب بھی یہ نشانیاں باور نہ آئیں) ان دوزخیوں کی تم سے باز پرس نہ ہوگی۔" (بقرہ : ۱۱۸ - ۱۱۹)

کفار پیغمبر کی صداقت کی نشانی چاہتے ہیں، اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی صداقت کی روشنی تو اس کا سراپا وجود ہے، اور اہل یقین کے لیے اس سچائی کی تمام نشانیاں ظاہر کر دی گئی ہیں، اس کی حقانیت نیکو کاروں کو خوش خبری سنانا اور بدکاروں کو ڈرانا اور متنبہ کرنا اور اس سے انقلاب انسانی اور نتائج روحانی کا ظہور، یہ خود اس کی صداقت کی کھلی نشانیاں ہیں :

"اور وہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتریں کہدے کہ نشانیاں تو خدا کے پاس ہیں، اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں، ان کافروں کو یہ نشانی کافی نہیں کہ تجھ پر ہم نے کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔" (عنکبوت - ۵۰، ۵۱)

یعنی خود یہ دعوت الٰہی اور پیغام ربانی آیت و نشانی ہے اور اہل بصیرت کے لیے یہی معجزہ ہے۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ	کیا ان کافروں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں
عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؁ (شعرا: ۱۹۷)	ہے کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہیں۔

یعنی پیغمبر اسلام کا معجزہ یہ ہے کہ ایک امی ہو کر وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جس کی صداقت کو علماء بنی اسرائیل جانتے اور سمجھتے ہیں کیا یہ معجزہ جہلائے قریش

کی تسلی کے لیے کافی نہیں ہے کہ بڑے بڑے علما، اس کی سچائی کے دل سے معترف ہیں۔

"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کو اگلی کتابوں کی گواہی نہیں پہنچی اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار کیوں تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے" (طٰہٰ: ۱۳۳، ۱۳۴)

کفار کا سوال تھا

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (رعد: ۷)	کہ اس پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری،

اس کے جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (رعد: ۷)	اے محمد! تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم میں ایک ہادی گزرا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت معجزہ نہیں بلکہ انذار اور ہدایت ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے معجزہ کے بارہ میں افراط و تفریط اختیار کرنے والوں کے طرز عمل کو ملاحظہ کر لینا چاہیے۔

معجزات کے باب میں افراط و تفریط

عام طور سے معجزات کو نبوت کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بکثرت معجزات منسوب کر دیئے گئے ہیں جن کا دارومدار غلط اور غیر مستند روایات ہیں، یہ روایتیں زیادہ تر کتب دلائل میں مذکور ہیں جو صرف معجزات کے ذکر کے لیے لکھی گئی ہیں، ان کتابوں نے معجزات کی جھوٹی روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے، انہی سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی۔

کتب دلائل کے مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب و حیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا تاکہ خاتم المرسلینؐ کے فضائل و مناقب کے

الواب میں معتدبہ اضافہ ہوسکے، ان روایتوں کو مقبولیت عام واعظوں اور میلاد خوانوں نے دی چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اس کی دسترس نہیں ہوتی اور ادھر گرمی محفل اور شورا حسنت کے لیے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتوں کے لیے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس افراط کے مقابلہ میں معجزات کے بارے میں بڑی تفریط بھی کی گئی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیائے سابقین کے معجزے جس قدر تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے اس قدر تفصیل اور تکرار سے مذکور نہیں۔ اس سے ایک طرف تو مخالفین اسلام نے یہ نتیجہ نکالا کہ پیغمبر اسلام کو سرے سے معجزہ دیا ہی نہیں گیا اور دوسری طرف خود مسلمانوں کے عقل پرست فرقہ کو دھوکا ہوا کہ اسلام نے خوارق عادت کے ظہور سے انکار کیا ہے، کیونکہ جب اس کے نزدیک خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان سے خالی تھی تو گزشتہ انبیاء کی سوانح میں جو اعجاز نظر آتا ہے وہ بھی سمجھنے والوں کا قصور فہم ہے۔

قرآن مجید میں آپؐ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر نہ کیے جانے کی وجہیں

مولانا سید سلیمان ندوی نے اس نقطہ نظر کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن مجید میں رسول اکرمؐ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر کیوں نہیں کیا گیا ہے اس کی چند وجہیں یہ ہیں۔

(۱) قرآن مجید کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے نبوت کی تصدیق کے لیے ظاہری و مادی معجزات کو اہمیت نہیں دی ہے وہ زیادہ تر انسان کو غور و فکر، فہم و تدبر اور سوچ سمجھ کی دعوت دیتا ہے اور نبوت کی اندرونی خصوصیات و روحانی دلائل کو ایمان و تصدیق کی بنیاد قرار دیتا ہے، اس بنا پر اس کا اپنے پیش کرنے والے کی سچائی کے ثبوت میں اس کے خوارق و معجزات کو تفصیل و تکرار کے ساتھ ہر جگہ پھیلانا اور دہرانا اس کے اصول کے خلاف تھا۔

(۲) گزشتہ انبیاء کو چند محدود، گنی ہوئی اور متعین شکل کی نشانیاں دی گئی تھیں قرآن مجید نے انہی نشانیوں کا بار بار ذکر کیا ہے اس تفصیل و تکرار سے کوتاہ بینوں کو ان پیغمبروں کی یہ نشانیاں دکھائی دیتی ہیں اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نشانیاں عطا ہوئیں وہ اس قدر متنوع، مختلف اور غیر محدود تھیں کہ ان کے تذکرے کے وقت ایک ہی نشانی کو بار بار پھیلانے اور دہرانے کی حاجت نہ تھی، اس لیے یہ دلائل قرآن مجید میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کے معجزوں کی طرح نمایاں نہیں ہیں، اس لیے کوتاہ بین نگاہوں کو وہ نظر نہیں آتے۔

(۳) اسلام کے نزدیک ہر قسم کے معجزات، خوارق اور نشانیاں پیغمبر کی قوت و اختیار کے بجائے خدا کی قدرت اور اس کے ارادہ و مشیت سے ظہور پذیر ہوتی ہیں، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل و آیات ذات محمدی کی طرف منسوب ہو کر نہیں بلکہ قدرت الٰہی کی طرف منسوب ہو کر بیان ہوئے ہیں اس لیے عام لوگوں کا ذہن ان کو دلائل محمدی سمجھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

(۴) دوسرے مذاہب کے پاس ایک ہی مستند چیز یعنی ان کا صحیفہ ہے، جس میں ربانی احکام، پیغمبروں کے اقوال، حالات و سوانح اور معجزات وغیرہ سب کچھ ملے جلے ہیں، لیکن اسلام کے پاس ایک تو صحیفہ الٰہی ہے جس میں خدائی احکام و مطالب ہیں، دوسرے سنت و حدیث جس میں پیغمبر کے حالات، اقوال اور معجزات وغیرہ الگ اور مستقل حیثیت سے مذکور ہیں اور وہ بجائے خود روایتی استناد کے لحاظ سے دوسرے مذاہب کے صحیفوں سے کہیں بلند تر ہے اس لیے خدا نے پیغمبر کے دلائل و معجزات کو عدم اہمیت کے باعث بہ تفصیل اپنے صحیفہ میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ اس کے لیے احادیث کے مستند ذخیرہ روایات کو کافی قرار دیا۔[۱۳]

قرآن مجید سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب معجزہ ہونے کا ثبوت

قرآن مجید نے آپ کے متعلق آپ کے زمانہ کے کافروں کے جو اقوال تردید کی غرض سے نقل کیے ہیں، ان میں متعدد موقعوں پر آپ کو (نعوذ باللہ) کاہن اور ساحر کہا گیا ہے اور قرآن مجید پر سحر کا الزام لگایا گیا ہے، عرب میں کاہنوں کا کام پیشین گوئی کرنا اور غیب کا حال بتانا تھا اور ساحر کی نسبت تو عام طور پر معلوم ہے کہ وہ عوام کے نزدیک عجائب و خوارق کا پیکر ہوتا ہے، اب اگر آپ امور غیب کی قبل از وقت خبر نہیں دیتے تھے اور معجزات و خوارق کا صدور آپ سے نہیں ہوا کرتا تھا تو کفار آپ کو کاہن اور ساحر کے خطابات سے کیوں یاد کرتے، اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر حسب ذیل آیتوں پر غور کی ایک نگاہ ڈال لیجیے۔

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ (طور: ۲۹) — اے محمد! تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہیں ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (حاقہ: ۴۲) — یہ قرآن کسی کاہن کا کلام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے خدا کفار قریش کا حال بتاتا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ — جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق

وَقَالُوْآ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(صافات: ۱۴-۱۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ کفار کو جو نشانیاں نظر آتی تھیں وہ ان کا ٹھٹھا اڑاتے تھے اور ان کو جادو کہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی خارق عادت نشانیاں ان کے مشاہدہ میں آتی تھیں اور دوسری آیتوں میں بھی سحر کی نسبت آپ کی طرف کفار کی زبان سے کی گئی ہے، کفار کے ان اقوال سے ثابت ہے کہ آپ کی ذات بابرکات سے کچھ تو مافوق العادۃ باتیں ظاہر ہوتی تھیں جن کی تعبیر کہانت اور جادوگری کے الفاظ سے کر کے وہ اپنے نادان دل کو تسلی دیتے تھے اور اسی سے آپ کے صاحب معجزہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

اس کے بعد سید صاحب نے آپ کے ان آیات و دلائل کو جو قرآن کے اوراق میں منتشر ہیں ایک خاص ترتیب کے رشتہ میں منسلک کیا ہے اور اس کو تین قسموں میں منحصر کیا ہے۔

(۱) کفار کی ہدایت و دعوت اور مسلمانوں کی مزید ایمانی تسلی کے لیے معجزانہ نشانیاں۔

(۲) مصیبتوں کی گھڑیوں میں تائیدات غیبی کا ظہور۔

(۳) وہ پیشین گوئیاں جن کا لفظ لفظ صداقت کے معیار پر صحیح اترا۔[۱۵]

معجزۂ قرآن

سید صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیش گاہ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے۔ چنانچہ جب کفار نے معجزہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا:۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ

(عنکبوت: ۵۰-۵۱)

اور انھوں نے کہا کہ پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں، کہدے کہ نشانیاں خدا کی قدرت میں ہیں، میں تو صاف صاف خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، کیا ان کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اس پر کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

آں حضرتؐ نے بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اپنی اسی وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا جیسا کہ صحیح بخاری باب الاعتصام کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرتؐ کو جو ربانی نشانیاں خدا کی طرف سے عنایت ہوئیں ان میں صرف یہی ایک معجزہ ہے جس کی اللہ نے تحدی کی ہے اور اعلان عام کیا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی، اس کی تصریح بنی اسرائیل، ہود، بقرہ، یونس اور سورۂ طور میں موجود ہے۔

کفار مکہ کے مطالبہ کے باوجود انھیں معجزات نہ دئے جانے یا ظہور معجزہ میں تاخیر کے اسباب

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کے لیے بار بار اصرار کرتے تھے مگر اس کے باوجود قرآن مجید یا تو ان کے مطالبہ کو رد کر دیتا تھا یا ظہور معجزات میں تاخیر کے وجوہ بیان کر دینے پر اکتفا کرتا تھا، مولانا سید سلیمان ندوی نے قرآن مجید میں غواصی و غوطہ زنی کر کے ان وجوہ و اسباب کی نشاندھی کی ہے جن کی بنا پر طلب معجزہ کی جانب اعتنا نہ کیا جاتا تھا یہ وجہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) معجزات کے ذریعہ سے جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا ایمان محض جبری، تقلیدی اور بالواسطہ ہوتا ہے، وہ لوگ اپنے دل میں انبیاء کے محاسن تعلیم کا کوئی خاص ذوق نہیں پاتے صرف معجزات کی قوت اور اعجوبگی ان کو متحیر اور مبہوت کر دیتی ہے حالانکہ انبیاءؑ کی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی جماعت میں ایسے افراد شامل ہوں جو شریعت کے رمز شناس اور اس کے اسرار و حکم سے ذوق آشنا ہوں۔

یہی حالت ہے جس کو قرآن مجید نے "شرح صدر" اور "انشراح قلب" سے تعبیر کیا ہے۔

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ	جس کو خدا ہدایت دینا چاہتا ہے، اس
یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ (انعام: ۱۲۵)	کے سینہ کو قبول اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس قسم کے لوگوں کے لیے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کے لیے آفتاب و ماہتاب، آسمان و زمین، دن اور رات، غرض دنیا کا ایک ایک ذرہ معجزہ ہوتا ہے اور خدا کے وجود، خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی نبوت پر بلاواسطہ دلالت کرتا ہے ان کے لیے صرف تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، یہی گروہ ہے جس پر سب سے زیادہ انبیاء کی نگاہ انتخاب

پڑتی ہے اور وہ ان کو صرف تفکر و اعتبار کی ترغیب دیتے ہیں، اس گروہ کے بالمقابل ایک کور باطن فرقہ اور بھی ہوتا ہے، جس پر نظام فطرت کے دوسرے شواہد و آیات کی طرح معجزات کا بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑ سکتا انبیاء کو ابتدائے بعثت میں ان ہی دو گروہوں سے سابقہ پڑتا ہے اور چونکہ فطرۃً ایک معجزات سے بے نیاز ہوتا ہے اور دوسرے پر معجزات کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لیے ان دونوں گروہوں کے لیے معجزات بیکار ہوتے ہیں، اور اس بنا پر انبیاء ان کے پیش کرنے سے انکار کرتے ہیں، اسی نکتہ کو خداوند تعالیٰ نے ان آیتوں میں بیان کیا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کہہ کہ دیکھو آسمان و زمین میں کس قدر نشانیاں
وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ	ہیں اور نشانیاں اور ڈراوے تو اس قوم کے
لَّا يُؤْمِنُوْنَ ٥ (یونس: ۱۰۱)	لیے کچھ بھی مفید نہیں جو ایمان نہیں لانا چاہتی۔
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ	اور کفار کہتے ہیں کہ اس پر خدا کی طرف سے
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ	کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا، کہہ خدا جس کو
اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ	چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف
اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ٥ (رعد: ۲۷)	رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت کرتا ہے۔

(۲) بعض دفعہ معاندین ایسی نشانیوں کے طلبگار ہوتے ہیں جن کے بار کے متحمل، قوتِ انسانی کے دوش و بازو نہیں ہو سکتے، خدا کا خود انسانوں کے سامنے آنا، خدا کا خود ہر انسان سے باتیں کرنا، فرشتوں کا نظر آنا، آسمان سے کوئی مجسم کتاب اتارنا، بازیگر کی طرح پیغمبر کا آسمان پر چڑھنا، کفار کی طرف سے جب اس قسم کے معجزات طلب کیے جاتے ہیں تو انبیاء کو ہمیشہ انکار کرنا پڑتا ہے اور اس انکار کا منشا خود منکرین کی فطرت ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ	تم سے یہود کہتے ہیں کہ ان کے اوپر آسمان
عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ	سے ایک کتاب اتار دو، لیکن ان لوگوں
سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ	نے تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا
فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً	تھا، یعنی ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ	کھلم کھلا دکھا دو، اس ظلم کا جو انھوں نے اپنے
(نساء: ۱۵۳)	اوپر کیا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک چمک نے ان کو دبا دیا۔
وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا	اور جن لوگوں کو علم نہیں وہ کہتے ہیں، کیوں

يُكَلِّمُنَا اللهُ أَوْ تَأْتِيْنَآ آيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (بقرہ: ۱۱۸)

نہیں خدا ہم سے باتیں کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس نہیں لاتا، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہا دونوں کے دل ایک سے ہیں۔

لَوْمَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا إِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ (حجر: ۷،۸)

کیوں نہیں فرشتوں کو ہمارے پاس لے آتے، اگر تم سچے ہو (خدا کہتا ہے) ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے لیکن حق کے ساتھ، اگر وہ ان کافروں کے سامنے اتریں تو پھر ان کو مہلت نہ دی جا سکے گی۔

(۳) مادیت کی ترقی کے زمانہ میں تمام فضائل ومحاسن کا مرکز صرف دولت، جائداد، مال واسباب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عام لوگ اخلاق وعادات، تمدن ومعاشرت، رسم ورواج غرض تمام چیزوں میں امرا کی تقلید کرتے ہیں، لیکن انبیا ہمیشہ اپنی معاشرت، اپنی وضع، اپنے لباس غرض اپنی ایک ایک ادا سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ فضائل کا منبع صرف روح ہے اور زخارف دنیوی سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔

اسی بنا پر جب منکرین انبیاء سے اس قسم کے معجزات طلب کرتے ہیں جو امرا کے ساتھ مخصوص ہیں تو انبیا کو عموماً ان کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۚ لَوْلَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ أَوْ يُلْقٰٓى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ (فرقان: ۷،۸)

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پیغمبر کیوں کھاتا ہے اور کیوں بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں اس پر ایک فرشتہ نہیں اترتا جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈراتا، اس کو کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ کیوں نہیں ہے جس سے وہ کھائے اور ظالموں نے کہا تم صرف ایک ایسے شخص کا اتباع کرتے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

(۴) آیت بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کفار کا عام خیال

یہ تھا کہ خدا کی طرف سے جو قاصد بن کر آئے اس کو مرتبۂ بشریت سے بالاتر ہونا چاہیئے اور اس کو بے انتہا خدائی قدرتیں حاصل ہونی چاہئیں، اس بنا پر جب اس قسم کے معجزے طلب کیے جاتے ہیں جن سے اس ظن فاسد کی تائید ہوتی ہے تو انبیاء ان سے انکار کرتے ہیں :۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (انعام : ۵۰)

کہہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں نے یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف وحی کا اتباع کرتا ہوں۔

(۵) متحدی بہ معجزات یعنی وہ معجزات جو کفار کے مطالبہ پر صادر ہوتے ہیں ان کی تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ایسے معجزات پر ایمان نہ لانے کے بعد، پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور منکرین کا گروہ ہلاک کردیا جاتا ہے، چنانچہ اس کی مثالیں قوم نوح، نمرود اور فرعون سے لے کر قریش تک کی تمام تاریخیں پیش کرتی ہیں اور قرآن مجید نے اس کو بتصریح بیان کردیا ہے، حضرت صالحؑ کی امت نے ان سے نشانی طلب کی، خدا نے کہا نشانی تمہیں دکھائی جائے گی لیکن اس کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا (بنی اسرائیل : ۵۹)

اور ہم نے نشانیاں بھیجنا اس لیے موقوف کیا کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی نشانی دی سمجھانے کو اور پھر اس کا حق نہ مانا اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں تو ڈرانے کو۔

لیکن جس طرح افراد کی موت وحیات کا ایک زمانہ مقرر ہے، اسی طرح قوموں کی ہلاکت و بربادی کی بھی ایک خاص مدت متعین ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (اعراف : ۳۴، یونس ۴۹) ہر قوم کا ایک زمانہ مقرر ہے۔

اس لیے اس قسم کے معجزات کے ظہور میں اس مدت معینہ کے لیے تاخیر کی جاتی ہے اور پیغمبر اور معاندین دونوں اس کے منتظر رہتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں اس پر خدا کی طرف سے کوئی نشان نہیں اترتا؟ کہہ کہ

لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (یونس: ۲۰)

غیب صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے، تم اس کے ظہور کا انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

یہی سبب ہے کہ جن انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا مظہر اتم بنایا ان کے ہاتھوں سے تحدی اور مطالبہ کے معجزوں کے صدور میں تاخیر برتی جاتی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق انجیل کی آیتیں گذر چکی ہیں کہ یوں تو ان سے بیسیوں معجزے سرزد ہوتے تھے مگر تحدی اور مطالبہ کے معجزہ سے انھوں نے بالعموم انکار کیا کہ وہ بنی اسرائیل کو تباہ و برباد دیکھنا نہیں چاہتے تھے، یہاں تک کہ حواریین نے جب زیادت اطمینان اور ترقی ایمان کے لیے معجزہ کی فرمائش کی تو خدا نے جواب دیا:

اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (مائدہ: ۱۱۵)

میں یہ آسمانی خوان تم پر اتار سکتا ہوں لیکن اس کے بعد اگر تم میں سے کسی نے انکار کیا تو میں اس کو ایسا سخت عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔

غرض کائنات روحانی کا یہی اصول پیش نظر تھا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مطالبہ کی پروا نہیں کرتے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کے مطالبہ اور تحدی کے مطابق معجزہ آنے کے بعد ان کو پھر فرصت نہ دی جاسکے گی اور وہ برباد ہو جائیں گے۔

چنانچہ معاندین قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کرتے تھے کہ فرشتوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آؤ، خدا نے کہا کہ اگر وہ سامنے آئیں بھی تو انسانوں کی صورت میں آئیں گے اور تم کو پھر وہی شبہ رہ جائے گا، علاوہ ازیں قانون الٰہی میں یہ آخری حجت ہے، اگر فرشتے اتر آئے اور اس سے بھی تمہاری تسلی نہ ہوئی تو پھر تم کو اس مطالبہ کے معجزہ کے بعد مہلت نہ مل سکے گی اور تم ہلاک و برباد کر دئیے جاؤ گے۔

لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ٥ (حجر: ۷-۸)

کیوں تم فرشتوں کو ہمارے پاس نہیں لے آتے، اگر تم سچے ہو، خدا کہتا ہے فرشتوں کو ہم حق کے ساتھ اتارتے ہیں، اگر وہ اتریں تو پھر تم کو اس وقت مہلت نہ دی جائے گی۔

(٦) معاندین عموماً پیغمبروں کو جھوٹا جان کر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس آخری معجزۂ عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو، وہ آخر کب آئے گا اور وہ جلد کیوں نہیں آتا؛ چونکہ اپنی نافہمی سے ان کو یقین ہوتا ہے کہ یہ معجزانہ عذاب ظاہر نہ ہوگا، اس لیے وہ اس کا مطالبہ بار بار کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں پیغمبر کی سبکی ہو اور ہماری طرح اور لوگ بھی اس کو کاذب تسلیم کریں، چنانچہ قرآن مجید میں بار بار ہر قرن کے کافروں کے اس مقولہ کو دہرایا گیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے، حضرت شعیبؑ کی امت نے کہا،

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝	اور ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو، اگر سچے
فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ	ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (شعراء: ۱۸۶-۱۸۷)	

لیکن اس کے لیے خدا کے یہاں ایک قانون مقرر ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا	ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے تو جب اس
نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ	کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی
اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا	وہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی، کہہ دے اے
يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝	پیغمبر بھلا دیکھو تو اگر خدا کا عذاب راتوں رات
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ	یا دن کو آپہنچے تو یہ گنہگار جلدی کرکے کیا کرلیں گے
بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ	کیا جب آنے والا واقعہ آجائے گا تب تم ایمان
الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ	لاؤ گے، اب ایمان لاتے ہو حالانکہ تم تو اسی
اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ	کی جلدی کر رہے تھے۔
تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ (یونس: ۴۹-۵۱)	

انبیاء کو ظاہری معجزات دئے گئے

اوپر کی تفصیل سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ انبیاؑ ظاہری آیات اور مادی نشانات سے خالی ہوتے ہیں، ان کی سیرتیں بیک زبان اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ باطنی آیتوں کے ساتھ ان کو ظاہری حصہ بھی ملتا ہے، قرآن مجید نے اکثر انبیاء کے سوانح و واقعات کے ضمن میں ان کے ظاہری آثار و دلائل کو بھی بہ تفصیل بیان کیا ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ یہ مادی اور ظاہری نشانات

نبوت کی اصل حقیقت سے خارج ہیں، یہی سبب ہے کہ متعدد مقامات پر قرآن مجید نے کفار کی مادی نشانیوں کی طلب میں یہ الفاظ کہے ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۳) (میں تو صرف ایک انسان پیغمبر ہوں)

ظاہری نشانات صرف معاندین طلب کرتے ہیں

نبوت کے ظاہری اور عامیانہ آثار و علامات یعنی خارق عادت معجزات صرف وہ فرقہ طلب کرتا ہے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں اور جو تعصب و عناد اور جہل کے باعث حق کے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، معجزات کی طلب نیکوکاروں نے نہیں کی، حضرت موسیٰؑ کو معجزہ بنی اسرائیل کے مقابلہ میں نہیں بلکہ فرعون کے مقابلہ میں دیا گیا، حضرت عیسیٰؑ سے ان کے حواریوں نے نہیں بلکہ یہودیوں نے معجزہ طلب کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکرؓ و عمرؓ نے نہیں بلکہ ابوجہل و ابولہب نے معجزہ مانگا، یہی حال دوسرے انبیا کا بھی ہے، قرآن مجید نے اس حقیقت کی پوری طرح تصریح کی ہے اور طلب معجزہ کے سوال کو ہمیشہ کفار کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ (البقرہ: ۱۱۸)	اور جن کو (کتاب الٰہی کا) علم نہیں (یعنی کفار قریش) کہتے ہیں کہ کیوں خدا ہم سے خود باتیں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ (انعام: ۳۷)	اور کفار نے کہا کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ (رعد: ۷)	اور کفار کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی۔
وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (طہ: ۱۳۳)	اور کفار نے کہا کہ یہ پیغمبر اپنے خداوند کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں لاتا۔

دیکھو کہ ہر آیت میں کفار ہی کا معجزہ طلب کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔

کفار کا معجزہ طلب کرنا نفی معجزہ کی دلیل نہیں

کفار کے اس بار بار کے اصرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی